آخر میں سوالوں کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ مدارس کے ذریعے محنت کرنا روز بروز مشکل ہو رہا ہے۔ علماء کو اس پر بیٹھ کر غور کرنا چاہیے۔ ہماری یہ رائے ہے کہ مدارس کے متبادل کے طور پر سکولوں کا باقاعدہ ایک نظام قائم کرنا چاہیے، جن میں دینی تعلیم بھی ہو اور عصری تعلیم بھی۔ اس نظام کو علماء اور عصری علوم کے ماہرین مل کر چلائیں تو بہتر انداز میں چل سکتا ہے۔ علماء جو کچھ پڑھانا چاہتے ہیں وہ اس نظام میں سموئے جاسکتے ہیں۔

انہوں نے کہا: دینی مدارس میں عصری علوم پڑھانے کے حوالے سے ارباب مدارس میں اختلاف موجود ہے۔ بعض اس کے خلاف ہیں اور بعض اس کے بہت زیادہ حامی ہیں۔ ہماری رائے ہے کہ یہ پڑھانا چاہیے۔ ہمارے ہاں پڑھائے جاتے ہیں اور ہم اس پر اصرار بھی کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں جامعة الرشید کے کلیة الشریعة میں اسی کو داخلہ دیا جاتا ہے جو کالج اور یونیورسٹیوں سے گریجویشن کر کے آتے ہیں۔ بہت سے طلباء ایم کام، ایم بی اے، ایم اے انگلش وغیرہ کر کے ہمارے ہاں داخلے کے لیے آتے ہیں۔ اور جو گریجویشن کر کے نہیں آتے' ان کے لیے ہم سکولوں کا نظام ساتھ رکھا ہوا ہے۔ جو متوازی چل رہے ہیں۔

ایک سوال کے جواب میں ان کا کہنا تھا کہ جس دن مدارس کا کنٹرول حکومت کے ہاتھ میں چلا گیا تو ان کا بھی وہی حال ہوگا جو ہمارے سرکاری سکولوں کا ہے۔ آدھے بند ہوتے ہیں اور کچھ میں گائے بھینس بندھے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور باقی میں اساتذہ موجود نہیں ہوتے۔ پاکستان میں بائیس ہزار ایسے سکول ہیں جو صرف کاغذات کے اندر ہیں اور سکولوں کے تمام اساتذہ گھروں میں بیٹھ کر تنخواہیں لیتے ہیں اور کہیں درسگاہ قائم نہیں۔ ان کو گھوسٹ (جن) سکول کہا جاتا ہے۔ یہ سکول تو ہیں لیکن جن پڑھتا ہے تو پڑھے ورنہ کوئی اور چیز نظر نہیں آتی۔ اللہ نہ کرے ان کا کنٹرول ان ہاتھوں میں چلا جائے......

گورنمنٹ نے اسلام آباد میں ماڈل مدارس بھی بنائے تھے۔ ان سب میں جانور گھوم رہے ہیں، انسان نہیں۔ اللہ کرے یہ نظام علماء ہی کے مخلص ہاتھوں میں رہے۔

پروگرام کے آخر میں مولانا آزاد الرحمانی رئیس مجلس عمل نے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ اور جناب مفتی مختار الدین نے دعائے خیر کے ساتھ اس مبارک محفل کا اختتام کیا۔

اخوت اسلامی قسط: (27) — ابوعبداللہ

صحابہ کرامؓ روئے زمین کا افضل طبقہ

دامادِ نبی، حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

سلسلہ نسب اور اوصاف: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان ابوالعاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف اموی قریشی۔ عبد مناف میں جا کر رسول اللہ ﷺ سے جا ملتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ سنہ ۶ عام الفیل ۵۷۷ء کو پیدا ہوئے۔ زمانہ جاہلیت میں تجارت کرتے تھے۔ مالداری اور سخاوت میں بڑی شہرت حاصل کی تو لقب "غنی" پڑ گیا۔

آپ فطرتاً حلیم، کریم النفس اور عالی اخلاق کے پیکر تھے۔ اسی وجہ سے لوگوں میں بہت ہر دلعزیز تھے۔ لوگ کہتے تھے: "رحمٰن آپ سے ایسے ہی محبت کرے، جیسے قریش عثمان سے محبت کرتے ہیں۔" آپ اپنی فطری شرم وحیا کی بدولت دورِ جاہلیت میں بھی نیک، راست گو اور امانتدار تھے، اور اوصافِ ذمیمہ سے پرہیز کرتے تھے۔ شراب کبھی نہیں پیا، بدکاری کبھی نہیں کی اور لہو ولعب میں کبھی شامل نہیں ہوئے۔

قبول اسلام اور ہجرت: آپ رضی اللہ عنہ نے مشہور روایت کے مطابق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دعوت پر شروع میں ہی اسلام قبول کیا۔ اور سابقون الأولون کی صف میں شامل ہوئے۔ آپ کے اسلام قبول کرنے پر چچا حکم آپ کو سخت سے سخت سزائیں دیتا؛ مگر آپ کے پائے استقلال میں کوئی لغزش نہ آئی۔ اور ﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا﴾ کی فہرست میں شامل ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ آپ ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کا نکاح آپ کے ساتھ کر دیا، جن سے عبداللہ پیدا ہوا۔

جب اسلام کے اولین راہروان پر مکہ مکرمہ کی پاک سرزمین تنگ ہوگئی تو حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ قافلہ ہجرت میں سالارِ قافلہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور دختر پیغمبر رقیہؓ سر فہرست تھے۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا "ابراہیم علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں، جس نے بی بی کو لے کر ہجرت کی ہے۔"

بئر رومہ کا وقف: بشر بن بشیر رسمی کا بیان ہے کہ جب مہاجر صحابہ رضی اللہ عنہم مدینہ پہنچے تو انہیں یہاں کی آب وہوا راس نہ آئی۔ بنو غفار کے ایک آدمی کا عمدہ چشمہ 'بئر رومہ' نامی تھا۔ وہ اس پانی کے ایک مشک کے بدلے ایک مدغلہ